چٹ فنڈ یا چٹھی

کے اسلامی احکام

مؤلف

مولانا عزیر احمد مفتاحی قاسمی

استاذ جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور

حُقوقُ الطَّبعِ محفُوظۃٌ لِلمُؤلّف

نام کتاب	:	چٹ فنڈ یا چٹھی کے اسلامی احکام
مؤلف	:	مولانا عزیر احمد مفتاحی قاسمی
صفحات	:	۴۷
تاریخ طباعت	:	اکتوبر/۲۰۱۶ء مطابق محرم الحرام/۱۴۳۸ھ
ناشر	:	مکتبۂ مسیح الامت دیوبند بنگلور
موبائیل نمبر	:	08553116065
ای میل	:	abdulkhadarpuzair@gmail.com

الفہرس

صفحہ	عناوین
۵	عرض مؤلف
۷	تقریظ، کلمات تائید وتوثیق
۹	چٹھی کیا ہے؟
۱۰	چٹھی کے لغوی معنی
۱۰	چٹھی کی اصطلاحی تعریف
۱۰	چٹھی کی وجہ تسمیہ
۱۰	بنیادی باتیں، مسائل اور آداب
۱۲	چٹ فنڈ یا چٹھی
۱۳	**فتاوے جات**
۱۳	سنگا کی ناجائز چٹھی
۱۷	مالی جرمانہ صحیح نہیں
۲۰	حق الخدمت طے کرنے کا اصول
۲۲	ناجائز چٹھیوں میں تعاون ناجائز ہے
۲۳	منتظم کی پہلی چٹھی

بولی والی حلال چٹھی	۲۴
ایک مفید چٹھی	۲۶
خدمتِ خلق کے نام کی ناجائز چٹھی	۲۸
ایک تراشی گئی چٹھی	۳۴
چٹھی کے چند مسائل	۳۵
محنت کے بقدر حق الخدمت طے کریں	۳۸
ہراج کی چھٹی	۳۹
کمیشن کی چھٹی	۴۰
چٹ فنڈ کی ایک صورت	۴۰
چٹ فنڈ کے بعض احکام	۴۱
چٹھی کی ایک خاص صورت	۴۳
دس ہزار کی چٹھی ساڑھے نو ہزار میں (چٹھی کے لفظ سے ایک اور مسئلہ)	۴۴
چٹھی کا کاروبار	۴۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مؤلف

شریعت اسلامیہ نے زندگی کے سارے مسائل کا حل پیش کر دیا ہے، کوئی بھی مسئلہ ایسا آج تک وجود میں نہیں آیا؛ جس کی رہنمائی شریعت اسلامیہ نے نہ دی ہو۔ اللہ تعالی نے دین اسلام کو کامل و مکمل دین بنا کے دنیا میں اتارا، اس دین کے بعد کسی اور دین کی گنجائش نہیں، یہی آخری دین ہے، یہی خدا کو مطلوب اور پسندیدہ ہے، جو اس دین کا حامل ہے، وہ نجات یافتہ ہے اور جو اس کا حامل نہیں، وہ نجات یافتہ نہیں۔

انسانوں کے خالق نے انسانوں کی جملہ ضروریات کو اس دین میں رکھ دیا ہے، زمانے کے اتار چڑھاؤ، اس کے عروج و زوال، غرض پیش آنے والے تمام حالات کا مکمل لائحہ عمل اس میں موجود ہے، کوئی شی ء ایسی نہیں ہے، جو انسان کے لیے مفید ہو اور دین اسلام میں اس کی طرف رہنمائی نہ ہو، اسی طرح جو چیز مضر ہے، اس کی طرف اشارہ اس میں موجود نہ ہو۔

زمانے کی موجودہ ایجادات اور مستقبل میں ہونے والی ایجادات، سب کے لیے شریعت میں لائحہ عمل موجود ہے، انسان اسے اپنا کر اپنا دین اور دنیا دونوں درست رکھ سکتا ہے۔

وحی متلو اور وحی غیر متلو کے نزول کو اب تک ۱۴ صدیاں بیت گئی ہیں۔ چودہ سو سال قبل جو چیزیں نہیں تھیں یا اس کا تصور بھی اس زمانے میں ناممکن تھا جیسے: راکٹ،

ریل، ہوائی جہاز، نیوکلیایی ہتھیار، موبائل فون، انٹرنیٹ، ٹی وی اور بنکاری، تولید کے نت نئے طریقے جیسے ٹیسٹ ٹیوب بے بی وغیرہ؛ مگر قربان جایئے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر کہ آپ کی تعلیمات میں ان تمام چیزوں کا حل موجود ہے۔ اور قیامت تک پیش آنے والی تمام چیزوں کا حل اور اس کا لائحہ عمل دین وشریعت میں موجود ہے۔

شعبۂ معاشیات کا ایک جز ''چٹھی'' بھی ہے، اس کی مختلف شکلیں جائز بھی ہیں اور ناجائز بھی ہیں، چٹھی چلانے والے اور اس میں شامل ہونے والوں پر ضروری ہے کہ وہ اس کا علم حاصل کریں یا پھر علما سے پوچھ کر اس کو چلائیں اور ممبر بنیں؛ کیوں کہ اس میں بہت ساری صورتیں ایسی تراشی ہوئی ہیں، جس میں سود یا قمار ہوتا ہے، سود یا قمار ہونے کی صورت میں ہر ممبر گنہ گار ہوگا اور منتظم پر سب سے زیادہ وبال آئے گا۔

اس کتابچے میں چٹھی سے متعلق آداب، مسائل، فتاوی اور علمائے کرام کی تحریرات کو پیش کیا گیا ہے۔

عزیر احمد مفتاحی قاسمی

یکم محرم الحرام ۱۴۳۸ھ مطابق ۴/ اکتوبر ۲۰۱۶ء

تقریظ- کلماتِ تائید و توثیق

محدثِ کبیر فقیہ العصر حضرت اقدس

مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب دامت برکاتہم

(شیخ الحدیث، بانی و مہتمم الجامعۃ الاسلامیۃ مسیح العلوم، بنگلور)

اسلام میں حلال وحرام کی پہچان و تمیز اور حلال کو اختیار کرنا اور حرام سے اجتناب ایک اہم فرض ہے؛ جس کے بغیر نماز و روزہ، ذکر و دعا وغیرہ اعمال و عبادت بھی اللہ تعالی کے نزدیک درجۂ قبولیت کے حصول سے محروم رہ جاتے ہیں۔

اسی لیے ہر دور میں علما و فقہا نے اس کی جانب لوگوں کو متوجہ کیا ہے کہ حلال وحرام میں تمیز کی جائے اور حلال کو اختیار کیا جائے ،اس کلی کی ایک جزئی ''چٹ فنڈ'' کی رائج شکلیں ہیں، جن میں بعض دائرۂ حرمت میں آجاتی ہیں تو بعض صورتیں دائرۂ حلت میں داخل رہتی ہیں ؛مگر عوام الناس کی اکثریت ان کے مسائل سے عدمِ واقفیت کی بناپر ان میں خلط ملط کرتی رہتی ہے،جس کا نتیجہ لامحالہ حرام وحلال میں خلط ملط کی شکل میں نکلتا ہے۔

لہٰذا ضرورت تھی کہ چٹ فنڈ کی شرعی حیثیت اور اس کی مختلف شکلوں کے شرعی احکام سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے ، چناں چہ مولانا عبدالقادر عزیز صاحب زید مجدہ نے ایک مختصر رسالہ ''چٹ فنڈ کے اسلامی احکام'' کے نام سے لکھ کر اس میں اس سلسلے کی تفصیلات مستند حوالجات کے ساتھ جمع کردی ہیں۔

احقر نے مختلف مقامات سے اس رسالے کو دیکھا اور مفید و نافع پایا امید ہے کہ امت کے عام و خاص دونوں طبقوں کو اس سے نفع ہوگا۔

اخیر میں دست بہ دعا ہوں کہ اللہ تعالی اس رسالے سے لوگوں کو نفع پہنچائے اور حلال و حرام کی پہچان اور حلال کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فقط

(حضرت اقدس مفتی) **محمد شعیب اللہ خان** (صاحب دامت برکاتہم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چٹھی کیا ہے؟

کچھ لوگ مثلاً: دس آدمی ہر مہینہ دس دس ہزار روپیے دس مہینے تک ڈالتے ہیں اور ہر مہینہ یہ ایک ایک لاکھ روپیے ہو جاتے ہیں۔ اب اتفاقِ رائے سے یا قرعہ اندازی سے جس کسی کا نام تجویز ہوتا ہے، تو وہ رقم اس کو دے دیتے ہیں، اس طرح ہر مہینہ ایک ایک آدمی باری باری رقم لیتا ہے۔

چٹھی کے لغوی معنی

چٹھ ،ٹھی، کے بہت سارے معنی ”فیروز اللغات“ میں لکھے ہوئے ہیں جیسے: قرعہ، خط، پتر، مراسلہ، رقعہ، شقہ، سرٹیفکٹ، سند، کارگزاری و نیک نامی کا پرچہ، چٹ، لاٹری وغیرہ۔

”چٹھی ڈالنا“: قرعہ بازی میں شریک ہونا، خط کو ڈاک کے بکس میں ڈالنا، خط بھیجنا، لاٹری میں شریک ہونا۔(۱)

یہاں موضوع کے حساب سے ”چٹھی“ کے وہی معنی مراد ہیں، جس کو سب سے پہلے ذکر کیا گیا ہے، یعنی قرعہ بازی میں شریک ہونا۔

چٹھی کی اصطلاحی تعریف

چند افراد کا مل کر باہمی تعاون کے لیے ایک امیر کی ماتحتی میں اپنے پیسوں کو تھوڑا

(۱) فیروز اللغات، ص:۵۲۲، مادہ: چ ہ

تھوڑا جمع کر کے ایک مشت بڑی رقم حاصل کرنے کے لیے تدبیر کرنا۔

''چٹھی'' کی وجہ تسمیہ

''چٹھی'' کی وجہ تسمیہ تو ظاہر ہے، کہ قرعہ بازی میں شریک ممبران کا نام ایک کاغذ پر لکھ کر قرعہ ڈالا جاتا ہے؛ اس لیے ''**تسمیة الکل باسم الجز**'' کے طور پر پورے نظام کو چٹھی کہہ دیتے ہیں۔

بنیادی باتیں، مسائل اور آداب

☆ منتظم کو چاہیے کہ چٹھی میں شریک کرنے سے پہلے ممبر سے پوری واقفیت حاصل کرے، اگر مناسب سمجھے، تو ہر ممبر سے دو گواہ بھی طلب کر لے۔

☆ چٹ فنڈ میں جس کو رقم مل جاتی ہے، اس کی حیثیت مقروض کی ہے اور دیگر ممبران کی حیثیت قرض دہندہ کی ہے۔

☆ چٹ فنڈ میں شریک تمام ممبران آپس میں ایک دوسرے کے لیے مقروض و قرض دہندے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

☆ سب سے آخر میں جس کا نام نکل آتا ہے، اس کی حیثیت صرف قرض دہندہ کی رہتی ہے، وہ مقروضین کے زمرہ سے باہر رہتا ہے۔

☆ سنگا کی موجودہ مروج چٹھی ناجائز ہے۔

☆ ہراس کی چٹھی (جس میں کچھ نقصان برداشت کرلیا جاتا ہے) ناجائز ہے۔

☆ ہراس کی وہ چٹھی جس میں نہ مالی نقصان ہو اور نہ مالی فائدہ ہو، جائز ہے (اس کی تفصیل آگے آرہی ہے)

☆ تاخیر سے رقم جمع کرنے کی صورت میں مالی جرمانہ لینا جائز نہیں۔

☆ چٹھی میں شریک منتظم اگر بلا قرعہ پہلی یا دوسری چٹھی شرکا کی رضامندی سے

لینا چاہے، تو اس کی گنجائش ہے۔

☆ منتظم اپنے لیے محنتانہ اور حق الخدمت باہمی مشورے سے طے کر سکتا ہے۔

☆ منتظم اگر چٹھی میں شریک ہو، تو حق الخدمت نہ لے۔ اگر حق الخدمت لیتا ہے، تو چٹھی میں شریک نہ ہو۔

☆ منتظم محنتانہ اتنی طے کرے جو غبن فاحش کے درجے کو نہ پہنچے۔

☆ منتظم محنتانہ سب کے لیے یکساں رکھے، کم و بیش نہ رکھے۔

☆ منتظم اگر ممبروں کو تحفہ دینا چاہتا ہے، تو بغیر شرط کے بہ خوشی دے سکتا ہے۔

☆ منتظم کو چاہیے کہ اگر چٹھی کے دوران کوئی اہم معاملہ پیش آجائے، تو تمام ممبران سے مشورہ کر کے حل کرے۔

☆ ممبروں کو جوڑنے کے لئے دلالی کی خدمت لے سکتے ہیں اور اس کو اجرت بھی دے سکتے ہیں۔

☆ قرعہ اندازی پوری ایمان داری سے ہونی چاہئے۔

☆ چٹھی میں شریک ممبران اپنی اپنی رقم وقت مقررہ سے پہلے پہنچا دینا چاہئے۔

☆ ہر ممبر کو چاہئے کہ اپنے مومن بھائی کے مفاد کو ترجیح دے۔

☆ جس کا نام قرعہ میں نکل آئے، اگر کوئی ممبر اس سے اپنی ضرورت کا اظہار کرے، تو حتی الامکان اس کی مدد کے لئے سعی کرنی چاہئے۔

☆ کوئی ممبر چٹھی کے درمیان علاحدگی اختیار نہ کرے، ورنہ سب کو پریشانی ہوگی، اگر علاحدگی ناگزیر ہو؛ تو اس کا متبادل پیش کر کے علاحدگی اختیار کرے۔

چٹ فنڈ یا چٹھی

حضرت اقدس مرشدی و مولائی مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب دامت برکاتہم نے اپنی مایہ ناز تصنیف ”تلاش حلال“ میں جائز اور ناجائز چٹھیوں کی نشان دہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”سود کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت آج چٹ فنڈ چٹھی کی بھی چل پڑی ہے اور اس کی مختلف شکلیں تراشی گئی ہیں۔ عام طور سے جو صورت رائج ہے، جس کو یہاں لوگ ہر اس کی چٹھی کہتے ہیں، وہ یہ ہے کہ کچھ لوگ مثلاً: دس آدمی دس دس ہزار روپے ڈالتے ہیں، یہ ایک لاکھ روپئے ہو گئے۔ اب اتفاق رائے سے یا قرعہ اندازی سے کسی کا نام تجویز ہوتا ہے اور وہ یہ رقم دو ہزار یا تین ہزار روپے چھوڑ کر لے لیتا ہے۔ دو ہزار یا ڈھائی ہزار، تین ہزار کی رقم چٹ فنڈ چلانے والا لیتا ہے، حال آں کہ یہ رقم سراسر سود اور حرام ہے، مگر افسوس کہ لوگ بازاروں میں عام طور پر اس میں ملوث ہیں۔ ایسی چٹھی میں شامل ہونا بھی حرام ہے؛ البتہ بغیر چھوڑے ہر آدمی ایک ایک ماہ پوری رقم لے لے، تو اس میں حرج نہیں؛ بل کہ یہ ایک دوسرے سے تعاون کی اچھی صورت ہے“ (۱)

حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب دامت برکاتہم نے لکھا ہے:

”اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک خاص رقم متعین ہوتی ہے، چند افراد اس کے ممبر بنتے ہیں۔ وہ مقررہ تناسب کے مطابق ہر ماہ رقم ادا کرتے ہیں اور مجموعی رقم ہر ماہ قرعہ اندازی یا باہمی اتفاق رائے سے کسی

(۱) جواہر شریعت: ۲/۳۹۰- رسالہ ”تلاش حلال“

ایک کو دے دی جاتی ہے۔ مثلاً: دو ہزار (۲۰۰۰) کی چٹھی ہو، دس آدمی شریک ہوں، تو دس ماہ تک ہر شخص دو سو (۲۰۰) روپے جمع کرے گا اور ہر ماہ کسی ایک کو یک مشت یہ رقم مل جایا کرے گی۔

یہ صورت مباح ہے؛ اس لیے کہ اس کے نادرست ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے، جو شخص مدت کی تکمیل سے پہلے چٹھی کی رقم حاصل کرتا ہے، اس کی حیثیت مقروض کی ہے اور دوسرے ارکان کی قرض دہندہ کی۔ قرض دینے والا اس کو ایک مدت کی مہلت دیتا ہے، اس طرح کہ اس پر کوئی نفع حاصل نہیں کرتا، یہ نہ صرف یہ کہ جائز ہے؛ بل کہ انسانی ہمدردی اور اسلامی اخلاق کا تقاضا بھی ہے۔

لیکن آج کل چٹ فنڈ کی بعض ایسی صورتیں بھی چل پڑی ہیں، جن میں ارکان میں سے کوئی جلد رقم حاصل کرنے کی غرض سے خسارہ برداشت کر لیتا ہے اور چٹھی کی متعینہ رقم سے کم لے لیتا ہے۔ اس طرح اس کے حصے کی جو رقم بچ رہتی ہے، وہ کمیشن کے طور پر تمام شرکا میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ یہ صورت ناجائز اور سود میں داخل ہے؛ اس لئے کہ کمیشن کی صورت میں قرض دینے والوں نے اپنے قرض پر نفع اٹھایا اور قرض دے کر مقروض سے فائدہ اٹھانا ناجائز ہے اور ''ربا'' میں شامل ہے۔'' (۱)

(۱) جدید فقہی مسائل: ۱/ ۱۷۱، ۲۷۲ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، طبع ہفتم ۱۴۱۹ھ ۱۹۹۸ء

فتاوے جات

(۱) ''سنگا'' کی ناجائز چٹھی

سوال: جناب مفتی صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس سلسلے میں کہ ہمارے علاقے چامراج نگر اور دیگر بہت سارے علاقوں میں ایک نظام چل پڑا ہے، جو ''سنگا'' کے نام سے موسوم ہے اور اس میں دن بدن مسلمان جوق در جوق شریک ہوتے چلے جارہے ہیں۔اس ''سنگا'' کا طریقۂ کار یہ ہے کہ عام طور سے اس میں بیس افراد کی ایک جماعت ہوتی ہے اور ان سب کا ایک لیڈر ہوتا ہے، یہ سارے افراداس لیڈر کے پاس ہر ہفتہ کچھ رقم (مثلا: بیس یا تیس روپے) جمع کرتے ہیں اور یہ لیڈراس رقم کو بینک میں جمع کردیتا ہے اور جب چار پانچ ماہ کے بعد کچھ بڑی رقم (مثلا: دس پندرہ ہزار روپے) جمع ہوجاتی ہے،تو حکومت کی طرف سے ایک یا دو لاکھ روپئے قرض دیا جاتا ہے اور لیڈر اس رقم کو سارے شرکاء میں تقسیم کردیتا ہے اور بینک کی جانب سے اس قرضہ پر جو سود (Interest) لگایا جاتا ہے،اس کو بھی ان کی رقم کے اعتبار سے تقسیم کردیتا ہے اور سارے افراد ہر مہینہ بتوسط لیڈر کے اس قرضے کو قسط وار ادا کرتے ہیں اور لیڈر سود اتنا ہی لگاتا ہے، جتنا بینک نے لگایا اور اصل قرضہ اور سود جوں کا توں بنک میں جمع کردیتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ صورت مذکورہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ اور اس میں کوئی

گنجائش نکل سکتی ہے یا نہیں ؟اور اگر کوئی گنجائش نکل سکتی ہو، تو اس کی وضاحت فرمائیں اور اگر کوئی گنجائش نہ ہو؛ تو اس کی کوئی متبادل صورت بتائیں ؛ جو حلال ہو؛ تاکہ امت کا ایک بڑا طبقہ اس سے بچ جائے۔

براہ کرم جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد جاوید خان قاسمی، مبارک محلّہ چامراج نگر

الفتوی:۸۸/۱۱

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں مذکورہ صورت حرام ہے، قطعاً جائز نہیں ؛ اس لئے کہ اس میں صاف طور پر بینک سے ایک یا دو لاکھ روپے لئے گئے ہیں، وہ سودی قرضہ ہے اور قرض دار بینک کو اپنے قرضے کا سود، ادا کررہے ہیں، سود کا جس طرح لینا حرام ہے اسی طرح دینا بھی حرام ہے۔ حدیث میں ہے:**عن جابر رضی اللہ عنہ قال:لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربا و موکلہ وکاتبہ وشاھدیہ ، وقال: ھم سواء. (مشکوۃ/ باب الربا:۲۴۴)**

ترجمہ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے، اس شخص پر جو سود کھاتا ہے یا سود کھلاتا ہے، یا اس کے معاملے کو لکھتا ہے، یا اس پر گواہ بنتا ہے اور فرمایا یہ سب گناہ میں برابر ہیں۔

اس حرام کے حلال ہونے کی کوئی شکل نہیں ؛البتہ بعض سخت مجبوریوں اور ضرورت شدیدہ کے وقت سودی قرضے لینے کی گنجائش اس کے شرائط کے ساتھ دی گئی ہے۔"**ویجوز للمحتاج الاستقراض بالربح**"(الاشباہ والنظائر) مثلاً:اس شخص کا محتاج وضرورت مند ہونا شرعاً وعقلاً قابل قبول ہو۔دوسرے یہ کہ اس کو کہیں

غیر سودی قرضہ ملنے کی توقع نہ ہو، ثبوت استحقاق کے لئے ہر شخص کو چاہئے کہ اپنی حالت بتا کر حضرات مفتیان کرام سے مسئلہ معلوم کرے؛ پھر اقدام کرے اور یہ خوب سوچ لے کہ اگر اپنی اصل حالت کو پردۂ راز میں رکھ کر مسئلہ دریافت کیا؛ تاکہ سودی قرضے کی گنجائش مل جائے؛ تو وہ اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی لعنت کا مستحق ہوگا اور عنداللہ ماخوذ ہوگا؛ اس لئے اس کے وبال سے بچنے کے لئے بہتر یہی ہے کہ اپنی حاجت پوری کرنے کی جائز صورتوں کو اپنا کر دنیا کی بے برکتی اور آخرت کے وبال عظیم سے بچنے کی کوشش کرے۔ مثلاً قرعہ کی چٹھیاں یا قرض حسنہ یا رہن رکھ کر بلاسود کے قرضے حاصل کرنا (جیسا کہ بعض حضرات نے اس کو رواج دیا ہے) یا اور کوئی شکل جو شرعاً صحیح ہو، اختیار کرے سوال میں مذکورہ صورت میں اگرچہ بینک میں بیس افراد بطور رہن کچھ رقم جمع کرتے ہیں؛ مگر قرضہ تو بلاشبہ سودی ہے؛ اس لئے اس سے پوری طرح بچنا چاہئے۔

فقط واللہ اعلم وہو الموفق بالصواب!!

کتبہ: مفتی شفیق احمد۔ ۱۳/صفر المظفر ۱۴۲۸ھ/ ۳/۴/ ۲۰۰۷ء

الجواب صحیح: (حضرت اقدس مفتی) شعیب اللہ خان (صاحب دامت برکاتہم)

(۲) مالی جرمانہ صحیح نہیں

سوال: چٹھی سے متعلق کچھ شرائط اور اصول بنائے گئے ہیں، کیا یہ شریعت کی نظر میں صحیح ہیں؟

چٹھی کے شرائط اور اس کی تفصیل:

(۱) ہر انگریزی مہینے کی ۱۵/ تاریخ کو دو بجے قرعہ اٹھایا جائے گا۔

(۲) ہر ممبر پر لازم ہے کہ مقررہ وقت سے پہلے رقم جمع کردیں؛ تاکہ جلد از جلد

رقم ادا کی جاسکے۔

(۳) خدانخواستہ اگرکسی ممبر نے مقرر کردہ وقت تک رقم جمع نہیں کی، تو قرعہ میں ان کا نام شامل نہیں کیا جائے گا۔

(۴) وقت گزرنے کے بعد رقم جمع کی تو ۲۰۰ (دوسو روپئے) جرمانے کے ساتھ جمع کریں، اگر تاریخ گزرنے کے بعد رقم جمع کی تو ہر دن ۲۵ (پچیس روپئے) جرمانہ بڑھتا رہے گا، (یعنی ۱۶ تاریخ کو ۔/۲۲۵ روپئے اور ۱۷ تاریخ کو ۔/۲۵۰ روپئے ادا کرنے ہوں گے)۔

(۵) جرمانہ کی جمع شدہ رقم آخری چٹھی کے بعد مختلف مدارس میں دے دی جائے گی، اس کی رسید ہمارے پاس ایک مہینے تک محفوظ رہے گی۔

(۶) چٹھی کی مدت کے دوران کوئی اہم معاملہ پیش آجائے تو تمام ممبروں کو اطلاع کرکے مشورہ کیا جائے گا جو بات طے ہوگی اس پر عمل کیا جائے گا ان شاء اللہ۔

(۷) ہر ممبر پر لازم ہے کہ دو معتبر ذمہ دار آدمیوں کا نام پیش کریں، ان میں سے ایک ذمہ دار کا ممبروں میں سے ہونا ضروری ہے۔

(۸) چٹھی کی مدت کے دوران علاحدگی اختیار کرنے والے کو مدت ختم ہونے کے بعد آخیر میں رقم دی جائے گی۔

(۹) چٹھی اٹھنے کے بعد اور رقم وصول کرنے سے پہلے ۲ (دو) چیک دستخط شدہ دے کر رقم وصول کریں، یہ چک آخری چٹھی کے بعد حساب کرکے واپس کئے جائیں گے۔

نوٹ: (۱) صحیح صحیح مکمل خانہ پری کریں۔

(۲) حق الخدمت وضع کرکے رقم دی جائے گی۔

(۳)۱۵/ اپریل ۲۰۱۱ء،۱۵/ جولائی ۲۰۱۱ء،۱۵/ جون ۲۰۱۲ء،کو جمعہ کا دن ہے اس لئے چٹھی ۳:۰۰ (تین بجے) اٹھائی جائے گی۔

(۴) تاخیر سے جمع کرنے والے حضرات مطالبہ کرنے سے پہلے ہی جرمانے کی رقم کردیں۔

(۱) ماہانہ ادائے گی 5000/- (پانچ ہزار روپئے)

(۲) چٹھی اٹھنے کی تاریخ: انگریزی مہینے کی 15 تاریخ

(۳) چٹھی اٹھنے کا وقت: دوپہر 2 بجے

(۴) چٹھی اٹھنے کا مقام گولڈن ایس،ٹی،ڈی اناپالیہ نیلسندرا بنگلور

(۵) جملہ ممبر: 20

(٦) مقدار چٹھی کی: 99 ہزار روپئے

(۷) چٹھی کی مدت: 20 مہینے: (15 فروری 2011ء سے 15 ستمبر 2012ء) تک

(۸) حق الخدمت (سرویس چارج) فی ممبر -/1000 روپئے

ممبر کا نام و پتہ.................................

فون/موبائل نمبر.................................

چیک کا ڈیٹیل.................................دستخط

ذمہ دار (۱) کا نام، پتہ، فون/موبائل نمبر..............دستخط

ذمہ دار (2) کا نام، پتہ، فون/موبائل نمبر..............دستخط

المستفتی: عبدالرحیم

الفتوی:۱۷/۵۷

الجواب وبالله التوفيق ومنه الصواب :چِٹھی کے شرائط میں سے چوتھی شرط تاخیر سے ادائے گی پر جرمانہ پھر اس جرمانے میں بتدریج اضافہ درست نہیں ؛ کیوں کہ فقہائے کرام نے مالی جرمانے کی اجازت نہیں دی ہے، امام اعظم ابوحنیفہؒ اورامام محمدؒ کے نزدیک تعزیر مالی جائز نہیں ہے۔ **وعندهما و باقي الائمة لايجوز (الدر المختار:۶۱/۴)**

مزدور کو مزدوری حاصل کرنا، تاجر کو تجارت میں نفع اصول کرنے کی اجازت دی ہے؛ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ کہ جس طرح چاہے کیف ما اتفق مزدوری اور نفع لیا جائے ؛ بل کہ عرف اور رواج اور فریقین کی باہمی رضا مندی پر موقوف ہے فقہا نے لکھا ہے اتنا نفع لینا جو غبن فاحش کے دائرے میں آجائے مکروہ ہے۔غبن فاحش کا مطلب یہ ہے کہ اشیاء کی قیمت لگانے والوں کی نظر میں کسی شیء کی قیمت اندازے سے زائد ہو مذکور فی الشرط میں حق الخدمت کے نام سے ہزار روپیے وصول کرنا (جب کہ محنت اور وقت اتنا نہیں لگتا) متقومین (قیمت طے کرنے والوں کی نظر میں) کے نزدیک زیادہ ہے، جو صریح غبن فاحش ہے ؛اس لیے حق الخدمت کو کم کیا جائے ؛ تا کہ معاملہ کراہت سے خالی ہو۔**و اعلم انه لا رد بغبن فاحش...هو مالا يدخل تحت تقويم المتقومين (الدر المختار:۱۴۲/۸)**

کتبه:مفتی رفیق احمد۔ ۲۸/۴/۱۴۳۲ھ/۲۲/۳/۲۰۱۲ء

الجواب صحیح :(حضرت اقدس مفتی) شعیب اللہ خان (صاحب دامت برکاتہم)

(۳) حق الخذمت طے کرنے کا اصول

محترم جناب حضرت مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب دامت برکاتہم !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

سوال: کئی سال سے میں چٹھی چلا رہا ہوں اور ہر اعتبار سے شرعی دائرے میں رہنا چاہتا ہوں، عام طور پر دو طرح کی چٹھیاں چلتی ہیں: دس ماہ کی چٹھی، جس کی مقدار ایک لاکھ روپئے/۱۰۰۰۰۰۔ بیس ماہ کی چٹھی، جس کی مقدار بھی ایک لاکھ روپئے /۱۰۰۰۰۰ ہے۔ اب تک دونوں طرح کی چٹھیوں پر ایک ایک ہزار روپئے حق الخذمت مقرر تھا (جو عرف کے اعتبار سے بہت کم ہے) جب یہ مسئلہ سامنے آیا پیسوں کے اعتبار سے حق الخذمت مقرر نہ کیا جائے؛ بل کہ مدت کے اعتبار سے مقرر ہونا چاہئے؛ تو باہم رضامندی سے دس ماہ کی چٹھی پر ایک ہزار روپئے اور بیس ماہ کی چٹھی پر دو ہزار روپئے مقرر کر دیا ہے، اب سوال یہ ہے کہ بیس ماہ کی چٹھی پر اپنا حق الخذمت کم کردوں، مثلاً: دو ہزار کی جگہ ڈیڑھ ہزار وصول کروں یا دونوں طرح کی چٹھیوں پر ہزار ہزار ہی وصول کرتا رہوں، تو ایسا کرنا میرے لئے جائز ہوگا یا نہیں۔ یعنی ایک چٹھی کا حق الخذمت کم کر کے دونوں کو برابر کرنا میرے اختیار سے درست ہوگا؟ جب کہ شرکا کا فیصلہ وہ ہے، جو اوپر مذکور ہوا ہے۔ براہ کرم جواب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں۔ **فقط والسلام**: عبدالرحیم/ 9880409961

الفتوی: ۱۹/۴/۷

الجواب ومنہ الصواب: حق الخذمت یا اجرت کے تعین کا صحیح طریقہ باہمی معاہدہ اور آپسی رضامندی ہے، جس کو فریقین یعنی آجر (اجرت دینے والا) اور اجیر

(اجرت لینے والا) طے کریں گے۔اس سلسلے میں ہر ایک پر دیانت داری کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے؛ آجر کی ذمہ داری ہے کہ کارکردگی اور محنت کا خیال رکھ کر اجرت طے کرے اور اجیر پر اخلاقی فریضہ بنتا ہے کہ طے شدہ ذمہ داری کو بھر پور امانت داری کے ساتھ نبھائے۔عن أنس رضی اللہ عنہ قال:غلا السعر على عهد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا:يا رسول الله! سعر لنا ، فقال: إن الله هو المعسر القابض الباسط الرزاق وإني لأرجو أن ألقى ربي وليس أحد منكم يطلبني بمظلمة في دم و لا مال(الترمذي/كتاب البيوع /باب ما جاء في التسعير:١٣١٤)

اس لئے آپ حضرات دس ہزار اور بیس ہزار کی چِٹھیوں کی حصول یابی میں محنت برابر لگتی ہے یا کم زیادہ فریقین مل بیٹھ کر باہمی رضامندی سے اوپر بیان کردہ باتوں کا پاس ولحاظ رکھ کر حق الخدمت طے کریں۔

کتبہ:مفتی رفیق احمد۔

الجواب صحیح:(حضرت اقدس)مفتی)شعیب اللہ خان(صاحب دامت برکاتہم)

(۴) ناجائز چِٹھیوں میں تعاون ناجائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ ہراج کی چِٹھی: جس میں ممبر بولی لگا کر اپنی کچھ رقم کا خسارہ برداشت کر کے بقیہ رقم حاصل کرلیتا ہے اور خسارے میں وضع کی گئی رقم کو بقیہ شرکاء میں کمیشن کے نام سے تقسیم کردیا جاتا ہے، یہ حرام اور سود والی چِٹھی ہے۔اس کے علاوہ اگر خسارے میں وضع شدہ رقم کو چِٹھی کا منتظم خود اٹھالے اور دیگر ممبران کو اس میں شریک نہ کرے،تو کیا ایسی چِٹھی میں شریک ہونا جائز ہے؟

نیز اس جیسی چٹھی میں خسارہ برداشت کرنے والے وہ چند ضرورت منداحباب ہوتے ہیں، جن کو چٹھی پہلے، دوسرے، یا تیسرے نمبر پر چاہیے، بقیہ شرکاء قرعہ اندازی میں نام نکلنے کے بعد اپنی پوری پوری رقم وصول کر لیتے ہیں اور پہلی دوسری، تیسری چٹھی کے خسارے والی رقم میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا ہے۔ براہِ کرم مدلل جواب دے کر ممنون فرمائیں۔ فقط: عبدالوہاب۔

الفتوی: ۱۷/۲۲

الجواب ومنه الصواب: اس چٹھی میں خمار اور سود پایا جارہا ہے، خسارہ برداشت کرنے والوں کی بقیہ رقم شرکا میں جو کمیشن کے نام سے تقسیم ہورہی ہے، وہ سود ہے، منتظم جو خود اٹھالیتا ہے، وہ فقہاء کی تشریح کے مطابق سود ہے، جو شرکا قرعہ اندازی کے بعد اپنی رقم حاصل کررہے ہیں وہ ﴿تعاون علی الإثم﴾ میں شریک ہیں، اس لئے اس چٹھی میں شریک ہونا جائز نہیں۔

"سمي القمار قمارا ؛ لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه ، و يجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص." (رد المحتار/الحظر والاباحة/فصل في البيع:۶/۴۰۳)

﴿وَلَا تَأْكُلُوٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (البقرة:۱۸۸) " ألا! لاتظلموا ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه." (مشكاة/البيوع/الغصب: ۲۵۵)

کتبہ: مفتی رفیق احمد۔

الجواب صحیح: (حضرت اقدس مفتی) شعیب اللہ خان (صاحب دامت برکاتہم)

(۵) منتظم کی پہلی چٹھی

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے میں کہ ہمارے یہاں ایک حلال چٹھی چلتی ہے، جس میں تمام ممبران کو برابر رقم مل جاتی ہے، مگر ہمارے منتظم صاحب ہر بار پہلی چٹھی بغیر قرعہ اندازی کے اٹھا لیتے ہیں اور بعض منتظمین پہلی چٹھی میں قرعہ اندازی کرتے ہیں اور دوسری چٹھی بلا قرعہ اٹھا لیتے ہیں، پوچھنے پر یہ بتایا جاتا ہے کہ منتظم اس سلسلے میں کافی محنت کرتا ہے، ممبروں کو فون کرتا ہے، سب کی امانت جوڑ کر نامزد ممبر کے حوالے کرتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

کیا اس طرح منتظم کا کرنا صحیح ہے؟ شرعی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔ فقط والسلام: محمد عبداللہ۔

الفتوی: ۱۸/۲۲

الجواب ومنه الصواب: قاعدۂ فقہیہ ہے: ''المعروف کالمشروط.''

(جس بات کا رواج ہو جاتا ہے، وہ شرط کے مانند ہے) شرکا کی رضامندی ہے، کسی نے اس طریقے کے خلاف کوئی بات نہیں کہی ہے، نیز اس پر کسی کو اعتراض بھی نہیں ہوتا ہے؛ تو منتظم کے لئے اس قدر گنجائش دی جا سکتی ہے، کہ وہ بغیر قرعہ کے پہلی چٹھی اٹھا لے۔

کتبہ: مفتی رفیق احمد۔ (۲۷/۵/۱۴۳۷ھ/ ۷/۳/۲۰۱۶ء)

الجواب صحیح: (حضرت اقدس مفتی) شعیب اللہ خان (صاحب دامت برکاتہم)

(۶) بولی والی حلال چٹھی

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ ایک شخص بیس (20) افراد کو ممبر بنا کر بیس (20) ماہ کی مدت پر ایک لاکھ روپئے کی چٹھی فنڈ شروع کرنا چاہتا ہے؛ جس میں سے ہر ممبر کو ہر ماہ پانچ ہزار روپئے ادا کرنا بیس ماہ تک ضروری ہے۔ ہر ماہ بولی لگائی جائے گی۔ان ممبروں سے جو سب سے زیادہ رقم چھوڑنے کی بولی لگائے گا، وہ رقم اس کو دی جائے گی، جو رقم چھوڑی جائے گی، وہ سب ممبروں کو ادائے گی کے بعد حسب ترتیب دی جائے گی، ذمہ دار کے پاس چھوڑی ہوئی جمع شدہ رقم ایک لاکھ ہوتے ہی بولی سے حاصل کیے ہوئے افراد کو چھوڑ کر باقی ممبروں میں قرعہ کے ذریعے یہ رقم کسی ایک کو دی جائے گی،اس اعتبار سے بعض مہینوں میں دو چھٹی ہوکر 15 یا 16 ماہ کی مدت میں 20 افراد کو رقم پہنچ جاتی ہےاور جو بولی لگانے پر باقی امانت رہ گئی، بقیہ ماہ جیسے جیسےایک لاکھ جمع ہوگی، نمبروار باقی امانت انہیں دی جائے گی،اس اعتبار سے ہرایک کو برابر رقم ملے گی نہ کسی کو کم ہوگی نہ زیادہ۔جو ذمہ دار ہے وہ ہر ماہ ایک چٹھی پر سرویس چارج کے حساب سے تین ہزار روپئے لے گا،اس ترتیب پر چٹھی فنڈ شروع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم جواب مرحمت فرمائیں۔بہ طور مثال ایک نقشہ پیش خدمت ہے۔

نام	ماہ	کل شرکاء	ماہانہ رقم	کل رقم	آخری بولی	حاصل شدہ	ماہانہ بجٹ	جملہ باقی رقم
الف	۱	۲۰	۵۰۰۰	ایک لاکھ	۴۵۰۰۰	۵۵۰۰۰	۴۵۰۰۰	۴۵۰۰۰
ب	۲	۲۰	۵۰۰۰	ایک لاکھ	۳۵۰۰۰	۶۵۰۰۰	۳۵۰۰۰	۳۵۰۰۰
ت	۳	۲۰	۵۰۰۰	ایک لاکھ	۲۰۰۰۰	۸۰۰۰۰	۲۰۰۰۰	۲۰۰۰۰

الف کو باقی رقم آخر میں دی جائے گی۔

چوتھے ماہ ہی جملہ باقی میں سے قرعہ کے ذریعے پورے ایک لاکھ روپئے دیں

گے اور اس کو آخر میں کچھ بھی نہیں اس لئے کہ اس نے ایک لاکھ روپئے لے لئے۔

فقط والسلام: انیس الرحمٰن (خادم دار العلوم صدیقیہ، داونگرہ)9739192844

الفتوی: ۵۵/۲۱

الجواب و الله اعلم بالصواب : چٹھی کی جو تفصیل آپ نے لکھی ہے کہ ہر ممبر کو ان کی جمع کردہ رقم ایک لاکھ روپے کمی بیشی کے بغیر مل جاتے ہیں اور کچھ رقم سب کی رضامندی سے تاخیر سے دی جاتی ہے۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں؛ جس کی وجہ سے یہ ناجائز ہو، لہٰذا چٹھی کی مذکورہ صورت جائز ہے؛ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ چٹھی کے شرکا میں سے جو کم رقم چھوڑتا ہے؛ وہ ضرورت منداور زیادہ مستحق ہونے کے باوجود، اس کو بقدر ضرورت رقم نہ دے کر چٹھی سے باہر شخص کو قرضہ دے کر اس کی مدد کرنے میں کیا مصلحت ہے؟

چٹھی چلانے والا اپنا چارج تین ہزار روپئے رکھ لیں گے، اگر تمام ممبران اس پر آمادہ ہوں؛ تو یہ رقم ان کے لئے حلال ہے۔ **"الديون تقضى بأمثالها"** (فتاوی شامی/ کتاب العاریۃ: ۴۸۶/۸- ط: زکریا بک ڈپو، دیو بند) **"الربا هو القرض على أن يؤدى إليه أكثر وأفضل مما وأخذ."** (حجۃ اللہ البالغہ مع رحمۃ اللہ الواسعہ/ **البيوع المنهى عنها**: ۵۴۳/۴)

کتبہ: مفتی سعادت اللہ خان۔ (۱/۱/ ۱۴۳۷ھ/ ۱۶/۱۰/ ۲۰۱۵ء)

الجواب صحیح: (حضرت اقدس مفتی) شعیب اللہ خان (صاحب دامت برکاتہم)

(۷) ایک مفید چٹھی

محترم المقام حضرت مفتی صاحب زید مجدہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ٔ ذیل کے بارے میں کہ آج معاملات میں کمزوری کی بنا پر عام آدمیوں کے لئے کسی سے بغیر سود کے قرض لینا بہت مشکل ہو گیا ہے اور عام رواج کے مطابق جو ایکشن کی چٹھیوں کا کاروبار چل رہا ہے، اس میں ضرورت مندوں کو کبھی چوتھائی اور کبھی آدھے کا نقصان اٹھا کر اپنی ضرورت پوری کرنی پڑتی ہے۔ ایسے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے قرعہ اندازی کی یہ صورت اپنانا چاہتا ہوں، کہ مثلاً: پچاس آدمیوں سے دو دو ہزار روپئے وصول کر کے ایک مقررہ وقت پر مذکورہ پچاس آدمیوں کا نام ڈال کر کسی ایک فرد کے لئے قرعہ ڈالا جائے اور جس کا نام قرعہ میں نکل جائے، اس کو پوری رقم دیدوں۔ اور رقم کی وصولی کے لئے محنت اور ذمہ داری کی بنیاد پر حق الخدمت کے طور پر اگر مجموعی رقم میں سے کچھ رقم آپسی مشورے سے طے کر کے میں لے لوں؛ تو کیا شرعا اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اگر گنجائش ہے تو کیا میں اس کو اسلامک چٹ کے نام سے شروع کر سکتا ہوں؟ جواب عطا فرما کر شکریہ کا موقع عطا فرمائیں۔ فقط۔

المستفتی : عبدالرحیم

الفتوی: ۸/۲۲

الجواب و الله أعلم بالصواب: چٹھی کی مذکورہ صورت میں آپ کی حیثیت اجیر کی ہے اور چٹھی کے تمام شرکا مستجیر ہیں اور اجیر کی اجرت فریقین کے باہمی رضامندی سے جو طے ہوتی ہے، وہ حلال ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر اس چٹھی کے تمام شرکاء اس بات پر راضی ہوں کہ آپ اپنی محنت کے عوض کل رقم سے ہر ماہ ایک حصہ رکھ لیں اور آپ وہ حصہ رکھ کر بقیہ رقم بلاکم وکاست بہ ذریعہ ٔ قرعہ یکے بعد دیگرے شرکاء کو

دیتے رہیں، تو یہ چٹھی از روئے شرع بلا کراہت درست ہوگی اور اس کا نام اسلامک چٹ رکھنے میں بظاہر کوئی قباحت نہیں ہے اور اس معمولی منصوبے کے لئے اس عظیم نام کا استعمال بھی نامعقول ہے۔

یہ بھی یاد رہے: اس چٹھی میں آپ کا شریک نہ رہنا بہتر ہے۔

"وأما بيان أنواعها، فنقول: إنها نوعان.... و نوع يرد على العمل كاستيجار المتحرفين لأعمال كالقصارة، و الخياطة، والكتابة، و ما أشبة ذلك."

(الفتاوى الهندية / كتاب الأجارة / الباب الأول :۴/۴۱۱: ط:مكتبة الاتحاد، ديوبند)

"ويجوز إجارة الأدمي للخدمة أو لإجراء صنعة ببيان مدة أو بتعيين العمل بصورة أخرى...مفاده أنه لابد في إجارة الأدمي من تعيين المنفعة و أما بتعيين المدة و أما بتعيين العمل، وإلا فالإجارة فاسدة."

(شرح المجلة / الكتاب الثاني في الإجارة / الفصل الرابع في إجارة الأدمي/رقم المادة:۱/۳۰۲: ط:اتحاد بک ڈپو، دیوبند)

کتبہ: مفتی سعادت اللہ خان۔ (۱۵/۵/۱۴۳۷ھ/ ۲/۲۵/ ۲۰۱۶ء)

الجواب صحیح: (حضرت اقدس مفتی) شعیب اللہ خان (صاحب دامت برکاتہم)

(۸) خدمتِ خلق کے نام کی ناجائز چٹھی

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین درج ذیل مسئلے کے بارے میں کہ بعض ذمہ داران مساجد چٹھی چلاتے ہیں:

(۱) ایک شخص کی جمع شدہ رقم سے کچھ رقم (دس یا بیس ہزار) روک کر باقی رقم

قرعے میں نام نکلنے کے بعد دی جاتی ہے، تو کیا یہ صورت جائز ہے؟ ذمہ داروں کا کہنا ہے کہ مثلاً: ایک لاکھ کی چٹھی میں جب قرعے میں ان کا نام نکل آئے، تو دس ہزار روپیے روک کر باقی رقم واپس کرنے میں مسجد کو دس ہزار کا فائدہ ہو رہا ہے، تو اس میں کیا قباحت ہے؟ تو مسجد یا مدرسے یا کسی ملی کام میں اس رقم کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

(۲) بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم چٹھی اس لئے چلاتے ہیں، کہ اس کے ذریعے حاصل ہونے والی رقم یا (بہ زبان دیگر) کمیشن سے غریب مریضوں کے ڈائلسس Dylasis (گردوں کی صفائی کے لئے) مشین خرید کر خدمت خلق کریں گے۔

المستفتی: سراج احمد۔(آنے پالیہ، بنگلور-۸/۴/۲۰۱۳-9900399389

الفتوی:۱۱/۱۹

الجواب والله أعلم بالصواب: چٹھی کی جو شکل سوال میں تحریر کی گئی ہے، یہ ایک خالص سودی معاملہ ہونے کی وجہ سے شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ "**هو فضل مال بلا عوض في معارضة مال بمال.**" یعنی مالی معاملات میں فریقین میں سے ایک کی طرف سے ایسا اضافہ، جس کے عوض دوسرے فریق کی طرف سے کچھ نہ ہو۔(تبیین الحقائق:۴/۸۵/ المکتبة الشاملة)

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (البقرة:۲۷۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے، اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

اس چٹھی میں شریک تمام ممبران سود کی حرمت اور وبال میں برابر کے شریک ہیں۔

"عن جابر رضی اللہ عنہ قال: لعن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم آكل الربوا و موكله و كاتبه و شاهديه ،وقال:هم سواء."

(مسلم / کتاب المساقاة/باب لعن آکل الربوا وموکله:۲/۲۷)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سود کھانے والے کھلانے والے اور اس کا حساب کتاب لکھنے والے اور اس کے گواہ بننے والوں پر لعنت ہو اور گناہ میں سب برابر کے شریک ہیں۔

ان پیسوں کو مسجد میں یا کسی ملی کام میں ثواب یا خدمت کی نیت سے استعمال کرنا؛ نہ صرف گناہ ہے؛ بل کہ سلب ایمان کا اندیشہ ہے۔

"عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا یکسب عبد مال حرام، فیتصدق منه، فیقبل الله منه، و لا ینفق منه فیبارک له فیه."

(مشکوۃ/کتاب البیوع/باب الکسب وطلب الحلال :۲۴۲)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا کبھی نہیں ہوتا ہے کہ کوئی بندہ حرام مال کما کر اس میں سے صدقہ وخیرات کرتا ہو اور اس کا وہ صدقہ قبول کر لیا جاتا ہو یعنی اگر کوئی شخص حرام ذرائع سے کمایا ہوا مال سے صدقہ وخیرات کرے؛ تو اس کا صدقہ قطعاً قبول نہیں ہوتا اور نہ اسے کوئی ثواب ملتا ہے۔

اس حدیث کی تشریح میں ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"قال بعض علمائنا: من تصدق بمال حرام یرجو الثواب کفر."

(مرقاۃ المفاتیح: کتاب البیوع، باب الکسب:۱۸/۶)

مطلب یہ ہے کہ حرام مال صدقہ کر کے ثواب کی امید رکھنا کفر ہے۔

اگر بیس ہزار روپے نہ رکھ کر پوری رقم متعلقہ ممبر کو دے دی جائے، تو ایسی چھٹی شریعت کی نظر میں صحیح ہے۔

ذمہ داروں کی منطق "ایک چھٹی میں دس ہزار روپے رکھ کر باقی رقم واپس کرنے

میں مسجد کو دس ہزار کا فائدہ ہو رہا ہے، تو اس میں کیا قباحت ہے؟'' کے متعلق عرض ہے کہ کوئی کام شریعت کے نظر میں کار خیر ہونے کے لئے بالفاظ دیگر رضائے مولی کا ذریعہ بننے کے لئے صرف نیت کا اچھا ہونا کافی نہیں ہے؛ بلکہ اس کا طریقۂ کار بھی مشروع یا شرعا منظور شدہ ہونا ضروری ہے، اگر طریقۂ کار مشروع نہ ہو، تو نیت خواہ کتنی بھی اچھی ہو، اس سے ثواب نہیں ملے گا؛ بلکہ ایسے عمل میں وبال وعقاب یقینی ہے۔ **الا من عفاه ربي**۔

جیسا کہ اگر دنیا کے چور اور ڈاکو اپنی چوری اور رہزنی کے جواز کے لئے یہ منطق پیش کریں کہ ہم چوری یا ڈاکہ اس لئے ڈالتے ہیں؛ تاکہ ان پیسوں سے مسجد تعمیر کریں گے؛ غریبوں کی مدد کریں گے، کیا دنیا کی کوئی عقل اس منطق کو قبول کر لے گی؟ اور ایسے نیک نیت کے حامل چور ڈاکوؤں کی سزا معاف کر کے ان کی حوصلہ افزائی کرے گی؟ ضرور نہیں۔ یہی حال مسجد کے فائدے یا رفاہی وملی کاموں کے لئے سودی رقم حاصل کرنے کا ہے؛ بلکہ اس سے بدتر ہے؛ اس لئے کہ سود پر وعیدیں چوری وغصب کے وعید سے سنگین ہیں۔

اللہ تبارک تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴾ (البقرة:۲۷۸)

﴿ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴾

(البقرة:۲۷۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو! اگر تم واقعی مومن ہو، تو سود کا جو حصہ بھی کسی کے ذمہ باقی رہ گیا ہو، اسے چھوڑ دو، پھر بھی اگر تم ایسا نہ کرو گے، تو اللہ اور اس

کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو۔ اور اگر تم سود سے توبہ کرو، تو تمھارا اصل سرمایہ تمھارا حق ہے، نہ تم کسی پر ظلم کرو، نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

حدیث پاک میں ہے:

"عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الربا سبعون جزء أيسرها أن ينكح الرجل أمه."

(ابن ماجه/باب التغليظ في الربا:۱۶۴)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سودی معاملہ کرنے والے کو ستر قسم کے گناہ لاحق ہوتے ہیں، جس میں ادنی درجے کا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے۔

اعلم أولا: أن القران العظيم دل على أن أهل العمل الصالح هو ما استكمل ثلثة أمور: الأول: موافقته لماجاء به النبي صلى الله عليه وسلم؛ لأن الله يقول: ﴿وَمَآ اٰتٰئكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰئكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا. (الحشر)

الثاني: أن يكون خالصا لله تعالى؛ لأن الله عز وجل يقول: ﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُو اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ (البينة:۵) ﴿قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِىْ. فَاعْبُدُوْا مَاشِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِه﴾ (الزمر:۱۴،۱۵)

الثالث: أن يكون مبنيا على أساس العقيدة الصحيحة؛ لأن الله يقول: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾ (النحل:۹۷)

فقید ذلک بالإیمان ، و مفهوم مخالفته لو کان غیر مؤمن لما قبل منه ذلک العمل الصالح.

(أضواء البیان /سورة النحل،المکتبة الشاملة)

(۲) خدمت خلق کی نیت سے چِٹھی چلانا ،چِٹھی کے ذریعے حاصل ہونے والی سودی رقم خدمت خلق کے لئے جمع کرنا اور ان رقموں سے غریب مریضوں کے ڈائلسس (گردوں کی صفائی کے لئے) مشین خرید کر خدمت خلق کرنا ،اسلام میں کوئی اچھا کام نہیں ہے ۔اس سے ثواب نہیں ملے گا ؛بل کہ ایسی خدمت پر سخت عقاب کی وعید ہے،جس کی تھوڑی سی تفصیل سوال نمبر ا کے جواب میں گذری ہے۔

سودی نظام سے غیر مسلمین کی ظاہری ترقی کو دیکھ کر دھوکے میں نہ آنا چاہئے ؛ اس لئے کہ اللہ تعالی نے ایمان والوں کی ترقی وسرخروئی قرآن وحدیث کی پیروی (سودی نظام سے دوری میں رکھی ہوئی ہے)اور غیروں کی یہ ظاہری ترقی حقیقت میں کوئی ترقی نہیں ہے؛ بل کہ اللہ رب العزت کی طرف سے چھوٹ اور لازوال تباہی کا سامان ہے۔

اس طرح غیر شرعی طریقے سے خدمت خلق یا خدمت دین کا جذبہ رکھنے والے ذمہ داروں کی خدمت میں رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ایک حدیث اور اس کی مختصر تشریح پیش کرنا ناگزیر سمجھتا ہوں۔

’’**صحیح بخاری/کتاب الجهاد والسیر ، باب إن الله یؤید هذا الدین بالرجل الفاجر** :۱/۴۳۰،۴۳۱‘‘ میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے منقول ایک طویل واقعہ ہے،اس میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ ارشاد مروی ہے:

’’ثم أمر بلالاً فنادی في الناس أنه لا یدخل الجنة إلا نفس مسلمة و إن الله یؤید هذا الدین بالرجل الفاجر.‘‘

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لوگوں میں اعلان کیا کہ مسلمان کے سوا جنت میں کوئی اور داخل نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کبھی اپنے دین کی امداد و خدمت کسی فاسق و فاجر شخص سے بھی کرالیتا ہے۔)

شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ حدیث بالا کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"قال ابن المنير: وأن الله قد يؤيد دينه بالفاجر وفجوره على نفسه." (فتح الباري: ۶/ ۲۲۹/ مکتبہ شیخ الہند)

یعنی ماضی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت وخدمت کے لئے دریا کے پانی، ہواؤں میں اڑنے والے پرندے اور مچھر سے کام لیا ہے، حفاظت دین میں استعمال ہونے کی وجہ سے نہ وہ اشرف المخلوقات بنے اور نہ ہی جنت میں کوئی مقام ومرتبہ حاصل کیا، بعینہ اسی طرح فاسق وفاجر دین کی کتنی ہی بڑی خدمت کرلے، نہ اللہ کی رضا مندی اس کو نصیب ہے اور نہ ہی جنت میں اس کو کوئی منزل ومرتبہ ملنا ہے؛ بل کہ وہ اس خدمت سے پہلے شریعت کی نظر میں جیسا فاسق وفاجر تھا، اب بھی ویسا ہی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے مظاہرے کے لئے پرندے اور مچھر کی طرح اس کو استعمال کیا ہے۔ أعاذنا اللہ منہ

کتبہ: مفتی سعادت اللہ خان۔ (۶/۲۷ سنہ ۱۴۳۴ھ/ ۵/۹/ سنہ ۲۰۱۳ء)

الجواب صحیح: (حضرت اقدس مفتی) شعیب اللہ خان (صاحب دامت برکاتہم)

(۹) ایک تراشی گئی چٹھی

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان دین متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص 20 افراد کو ممبر بنا کر ایک لاکھ روپئے کی چٹھی فنڈ شروع کیا ہے پھر ہر

ماہ ان ممبروں میں سے جو ضرورت مند ہوتے ہیں اور جتنی رقم کی ضرورت ہوتی ہے بذریعہ قرعہ وہ رقم دی جاتی ہے، مثلاً اگر اس کو ستر 70 ہزار روپیوں کی ضرورت ہے، تو اس کو ستر ہزار روپئے دئے جاتے ہیں، پھر آخر میں اس کے تیس ہزار روپئے جو باقی ہیں بعد میں ادا کرتے ہیں یعنی ان ممبروں میں سے ہر ایک کی ادائے گی کے بعد اس کی رقم ادا کی جاتی ہے۔ تو کیا اس طرح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم مدلل جواب عطا فرمائیں۔ فقط والسلام

المستفتی: محمد انیس الرحمٰن (خادم: دارالعلوم صدیقیہ، داونگرہ)

الفتوی:۲۱/۴۰

حامداً ومصلیاً، الجواب و بالله العصمة والتوفیق: صورت مسئولہ میں اگر ضرورت مند حضرات اس بات پر راضی ہوں کہ قرعہ کے ذریعے ان میں سے قرعہ کے ذریعے ان میں سے کسی کو رقم دئے جانے کا فیصلہ کر دیا جائے تو یہ شکل درست ہے اور رقم لینے والا شخص ایسا ہے گویا اس نے اپنے دیگر شرکاء سے ضرورت کی بنا پر قرض لیا ہے۔ اور بر بناء ضرورت قرض لینا درست ہے۔

"لاباس بأن یستدین الرجل اذاکانت له حاجة لابد منها وهو یرید قضاء ها." (فتاوی عالم گیری: ۴۲۳/۵ ط: اتحاد بک ڈپو دیوبند)

فقط والله تعالی أعلم وعلمه أتم وأكمل.

کتبہ: محمد مرشد عفا اللہ عنہ۔ (۱۶/ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ/ ۹/۱/ ۲۰۱۵ء)

الجواب صحیح: (حضرت اقدس مفتی) شعیب اللہ خان (صاحب دامت برکاتہم)

(۱۰) چِٹھی کے چند مسائل

بخدمت حضرت مفتی صاحب دامت برکاتھم!

سوال: خدمت عالیہ میں عرض یہ ہے کہ چٹ فنڈ کے متعلق جیسا کہ شریعت نے اجازت دی ہے کہ اگر شرعی قرعہ اندازی کی جائے، تو جائز ہے اور اس کے منتظم کو محنتانہ متعینہ لینے کی بھی اجازت ہے، بشرطیکہ وہ خود اس میں شریک نہ ہو۔

لیکن عملی میدان میں چند مسائل قابل حل ہیں۔ امید ہے کہ وہ حل فرما کر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں گے۔

(۱) جو لوگ وقتِ مقررہ پر اپنی رقم جمع نہ کریں، تو منتظم پر بہت بوجھ پڑتا ہے اور قرعہ میں جس کا نام کھلا ہے اس کی طرف سے ادائے گی میں شدید تقاضا ہوتا ہے، ایسی صورت میں کیا اس سے تاخیر کا جرمانہ لے سکتے ہیں، اگر نہیں تو یہ مسئلہ کیسے حل کیا جا سکتا ہے؟

(۲) کیا منتظم بخوشی اپنے پیسوں سے ہر ماہ ان افراد کو کچھ پیش کر سکتا ہے، جس کا نام قرعہ میں کھلا ہے۔

(۳) کیا منتظم کے لئے ضروری ہے کہ ہر ایک سے برابر محنتانہ لے؟ اگر اس نے حسب ذیل طریقے سے محنتانہ لیا تو کیا یہ جائز ہے؟

جیسے پہلا، دوسرا، تیسرا، چوتھا، پانچواں ان میں سے ہر ایک سے ۵٪ فیصد یعنی ۵۰۰ روپئے، چھٹے سے چار سو روپئے ساتویں سے تین سو روپئے آٹھویں سے ۲۰۰ روپئے، نویں سے سو روپئے، اور دسویں سے کچھ نہیں۔ کیا اس طرح منافع لینے کی شریعت میں گنجائش ہے؟

(۴) دس آدمی کی ہر ماہ ۵۰۰۰ (پانچ ہزار روپئے) دس ماہ تک پچاس ہزار کی چٹھی کہلائے گی۔ یہ پچاس ہزار روپئے گورنمنٹ کے پاس جمع کروا کر چٹھی چلانے کی قانوناً اجازت لینی پڑتی ہے، تب جا کر منتظم کو ماہانہ ۵٪ فیصد یعنی ڈھائی ہزار روپئے

کی آمدنی ہوتی ہے اب مسئلہ یہ ہے کہ منتظم کے پاس پچاس نہیں تھے؛ اس لئے اس نے زید کو اپنا شریک بنالیا کہ وہ پچیس ہزار روپئے دے کر اس میں شریک ہو جائے، اب زید کو سوا ہزار اور منتظم کو سوا ہزار ماہانہ ملتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟

(۵) منتظم کو پورا دس آدمیوں کا گروپ بنانے میں کافی دقت ہوتی ہے؛ اس لئے وہ کسی شخص سے یا ایجنٹ سے کہہ دیتا ہے، تم دس آدمیوں کو جمع کر کے لاؤ تو تمھیں ۲.۵٪ (ڈھائی فیصد) منافع دوں گا! جتنے کا گروہ بنا کر لاؤ گے۔ مثلاً اگر وہ ایک لاکھ کی چٹی کا گروہ بنا کر لایا تو ۲.۵٪ (ڈھائی فیصد) منافع کے حساب سے ۲۵۰۰ (دو ہزار پانچ سو روپئے)۔ اگر وہ دو لاکھ کی چٹھی کا گروہ بنالایا ۲.۵٪ فیصد کے حساب سے پانچ ہزار روپئے ملیں گے۔ ماہانہ نہیں بلکہ ایک ہی مرتبہ۔ کیا یہ جائز ہے؟ فقط والسلام۔

المستفتی: محمد آصف عنایت اللہ (09900177377)

الفتوی: ۷۹/۱۸

الجواب و بالله التوفيق:

(۱) تاخیر کا جرمانہ نہیں لے سکتے ہیں؛ اس لئے کہ تعزیر مالی یعنی مالی جرمانہ درست نہیں ہے۔ ’’و في الشامي : قال في الفتح : وعن أبي يو سف يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال وعندهما وباقي الائمة لايجوز. الخ ومثله في المعراج وظاهره أن ذلک رواية ضعيفة عن أبي يو سف ، قال في الشرنبلالية: ولا يفتى بهذا لمافيه من تسليط الضاعة على أخذ مال الناس فياكلونه ..الخ ومثله في شرح الوهبانية عن ابن وهبان ... و في

شرح الآثار: التعزیر بالمال کان فی ابتداء السلام ثم نسخ اھ (شامي:۴/۶۱)

(۲) منتظم بخوشی بغیر مشروط کے تحفہ پیش کر سکتا ہے۔

(۳) منتظم کے لئے ہر ایک سے مناسب اور متعینہ حق الخدمت لینے کی گنجائش ہے، فرق مراتب کے ساتھ لینا درست نہیں معلوم ہوتا ہے؛ اس لئے کہ پہلے والوں سے زیادہ لینے میں غبن فاحش کے ساتھ اجرت لینا معلوم ہو رہا ہے اور غبن فاحش کے ساتھ اجرت لینا درست نہیں ہے؛ لہٰذا عرف ورواج میں جو اجرت اور حق الخدمت معروف ومشہور ہے، اس کے مناسب حق الخدمت لیں۔

(۴) زید سے جو رقم لی گئی ہے، اس کی حیثیت قرض کی معلوم ہوتی ہے ''وکل قرض جر نفعاً فھو حرام'' کے مطابق نفع دینا درست نہیں معلوم ہوتا؛ الا یہ کہ زید بھی بحیثیت منتظم اپنے فرائض انجام دے، تو اس صورت میں اس کو بھی حق الخدمت لینے کی گنجائش ہے۔

(۵) ایجنٹ کو اس کا متعینہ محنتانہ دینا درست ہے؛ کیوں کہ یہ دلالی کی صورت ہے اور دلالی کی اجرت درست ہے۔ وفي الشامي: سئل محمد بن مسلمة عن أجرة السمسار؟ فقال: أرجو لابأس به. (شامي:۶/۶۳)

فقط واللہ أعلم بالصواب:

کتبہ: مفتی فیضان۔ (۲۷/۷/۱۴۳۴ھ)

الجواب صحیح: (حضرت اقدس مفتی) شعیب اللہ خان (صاحب دامت برکاتہم)

(۱۱) محنت کے بہ قدر حق الخدمت طے کریں

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلے میں کہ میں ایک قرعہ والی جائز چٹھی چلاتا ہوں، فی الحال میرے پاس دو چٹھیاں چل رہی ہیں: ایک

چٹھی دس ماہ (۱۰) کی ہے، جس کی مجموعی رقم ایک لاکھ ماہانہ بنتی ہے،؛ دوسری چٹھی بیس ماہ (۲۰) کی ہے، جس کی بھی ماہانہ رقم ایک لاکھ بنتی ہے۔ میں صرف بحیثیت منتظم ہوں، نہ میری رقم لگتی ہے؛ اور نہ ہی میرا نام قرعہ میں شامل رہتا ہے، اتفاق رائے اور باہمی مشورے سے محنتانہ طے کرلینا چاہتا ہوں، تو کیا دونوں چٹھیوں کے لئے ایک ہی رقم طے ہوگا؛ یا دونوں کا الگ الگ؛ کیوں کہ ایک چٹھی دس ماہ (۱۰) میں ختم ہوجاتی ہے اور دوسری بیس ماہ (۲۰) میں ختم ہوتی ہے۔

براہ کرم شریعت کی روشنی میں مدلل جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الفتوی:۶/۲۲

الجواب ومنه الصواب: شریعت میں محنت کی مزدوری لینا صحیح ہے؛ لیکن اس کے لئے پہلے ہی سے فریقین کا آپس میں اجرت طے کرلینا ضروری ہے اور اجرت محنت کے بقدر عرف ورواج میں جیسے مشہور ومعروف ہے، اس کے مطابق اتفاق رائے سے طے کریں اور دونوں چٹھیوں میں الگ الگ اجرت طے کرسکتے ہیں، پھر کسی وجہ سے فریقین باہمی اتفاق سے اجرت میں کمی زیادتی کرنا چاہیں تو بھی کرسکتے ہیں۔"وفي الهداية : و لا يصح حتى تكون المنافع معلومة والأجرة معلومة ......وتارة تصير معلومة بالعمل والتسمية. (الهداية :۲۹۳/۳)وفي شرح المجلة: لو توافقا بعد العقد على تبديل البدل أو تزييده أوتنزيله يعتبر العقد الثاني." (شرح المجلة :۲۴۵/ المادة:۴۲۹/الكتاب الثانی في الإجارة) واللہ اعلم بالصواب۔

کتبه: مفتی محمد فیضان۔ (۱۴/۵/۱۴۳۷ھ، مطابق ۲۴/فروری/۲۰۱۶ء)

الجواب صحیح: (حضرت اقدس مفتی) شعیب اللہ خان (صاحب دامت برکاتہم)

(۱۲) ہراج کی چھٹی

سوال: (1913) کیا ہراج کی چھٹی کا کاروبار جائز ہے؟ (محمد عابد حسین حسامی، عنبر پیٹ)

جواب: ایسی چِٹھی جس میں بعض لوگ نقصان اٹھا کر چھٹی کی رقم لے لیتے ہیں، جائز نہیں؛ بل کہ سود میں داخل ہے، ہاں! اگر ہر ماہ ایک شخص چھٹی کی رقم لے اور چھٹی کی رقم برابر لی جائے تو درست ہے (دیکھئے: جدید فقہی مسائل: ۱/۱۷۳ محشیٰ)

(۱۳) کمیشن کی چھٹی

سوال: (1914) ایک شخص کمیشن کی چِٹھی چلاتا ہے، سود یا ہراج کی نہیں، مثال کے طور پر دس اشخاص میں سے ہر شخص ایک ہزار روپئے دس ماہ کے لئے دیتا ہے، قرعہ میں جس شخص کا نام اٹھتا ہے، اسے نو ہزار پانچ سو روپئے دئے جاتے ہیں اور پانچ سو روپئے بہ طور محنتانہ چھٹی چلانے والا لے لیتا ہے، کیا ایسا کرنا درست ہے؟ اور ایسے شخص کی امامت درست ہے؟ (احمد ندیم رضوی، محبوب نگر)

جواب: اگر چِٹھی میں شریک تمام ممبروں سے پہلے سے یہ بات طے ہو جائے کہ یہ چِٹھی چلانے والا شخص، متعلق شخص سے رقم وصول کرنے اور جس کا نام قرعہ میں نکلا ہو اس کو پہنچانے کا ذمہ دار ہوگا اور اس کے بدلے اسے ماہانہ پانچ سو روپئے بہ طور اجرت دئے جائیں گے۔ تو یہ صورت جائز ہے؛ کیوں کہ یہ اس کی مزدوری اور محنتانہ ہے اور ایسے شخص کی امامت بھی درست ہے؛ البتہ بہتر ہے کہ وہ شخص خود اس چِٹھی میں شریک نہ ہو، کیوں کہ ایسی صورت میں ایک درجہ سود کا شائبہ پیدا ہو جاتا ہے، ہراج والی چِٹھی جائز نہیں، کیوں کہ اس میں سود پایا جاتا ہے۔

(۱۴) چٹ فنڈ کی ایک صورت

سوال: (1915) ہمارے یہاں دفتر میں چٹھی ہوتی ہے، جس میں تمام اشخاص بلا لحاظ مذہب شریک ہوتے ہیں، چٹھی کا اصول یہ ہے کہ ضرورت منداشخاص حسب استطاعت کوئی رقم متعین کرتے ہیں، اس میں جو شخص بھی بولی بڑھ کر کہتا ہے، اس کے نام یہ چٹھی ہوئی، وہ رقم جس حد تک بولی میں کہی جاتی ہے، اس شخص کو اتنی رقم اصل چٹھی سے کم کر کے باقی رقم اسے دی جاتی ہے اور یہ شخص بھی کمیشن میں برابر کا شریک رہتا ہے، ہم چند مسلم حضرات بھی اسی چٹھی میں شریک ہیں، گو ہم یہ نہیں چاہتے کہ کمیشن زیادہ ملے اور ہم غیر ضروری (Bit) میں حصہ بھی نہیں لیتے؛ لیکن جب ہمیں ضرورت ہوتی ہے، تو حسب ضرورت ہم بھی (Bit) میں حصہ لیتے ہیں اور چٹھی اٹھاتے ہیں؛ لہٰذا نیت کمیشن کھانے کی نہیں ہے اور جو کمیشن ہمیں ملتا ہے، اس حد تک ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جو رقم ہم بولی میں بڑھ کر چھوڑ دیتے ہیں، اس کا خسارہ کمیشن میں مکمل ہو جاتا ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتا ہے اور کبھی نفع بھی ہو جاتا ہے، کیا اس نوعیت کی چٹھی اسلامی احکام کے مطابق جائز ہوگی یا نہیں؟ (شیخ حسن)

جواب: چٹھی کے شرکاء میں سے ایک یا چند آدمیوں کا خسارہ برداشت کر لینے کی صورت جائز نہیں، یہ ایک طرح کا ربا ہے؛ کیوں کہ خسارہ برداشت کرنے والا شخص بقیہ شرکاء سے قرض لیتا ہے اور قرض دینے والے اس قرض سے نفع حاصل کرتے ہیں اور اس کو سود کہتے ہیں۔ " **الربا هو القرض على أن يؤدى اِليه اكثر و أفضل مما أخذ.**" (حجة الله البالغة :۲/۹۸)

(۱۵) چٹ فنڈ کے بعض احکام

سوال: (1916) بکر ایک چٹ فنڈ قائم کرتا ہے اور اس کی مجموعی رقم ایک

ہزار روپئے متعین کرتا ہے اور اس کا تین فیصد یعنی تیس روپئے کمیشن لیتا ہے، اس کا کمیشن بولی یعنی (Bit) میں کٹ ہوتا ہے، مثلاً: زید اپنی ایک ہزار چھٹی تین سو (۳۰۰) روپئے بولی کہہ کر اٹھاتا ہے، تب بکر اپنا کمیشن تین سو روپئے (۳۰۰) میں تیس روپئے (۳۰) کم کر کے دوسوستر (۲۷۰) روپئے دیتا ہے، بکر یہ کمیشن اس لئے لیتا ہے کہ چھٹی ڈالنے والے حضرات اگر کسی وجہ سے تاخیر کریں، یا کوئی حضرات نہ دیں تب یہ بکر پر ذمہ داری ہوتی ہے کہ اس رقم کو کسی طرح بھی اپنی ذاتی رقم سے پر کرے۔ (شیخ حسین احمد)

جواب: اسکیم چلانے والے اس پر جو کمیشن لیتے ہیں، اگر وہ اس بنا پر ہے کہ بعض لوگ جو ہر وقت پیسہ ادا نہیں کرتے ان کی جانب سے وہ ادا کردے، تو یہ صورت جائز نہ ہوگی، کیوں کہ وہ قرض دے کر اس سے زیادہ نفع اٹھایا ہے اور قرض پر نفع حاصل کرنا یہ سود ہے، (۱) اگر اس کی حیثیت شرکا کی جانب سے اجرت کی ہو کہ وہ مختلف لوگوں کی رقم مہیا کرتا ہے، پھر ان میں قرعہ اندازی کرتا ہے، تو اس صورت میں اس کے لئے یہ رقم حلال اور جائز ہوگی۔ البتہ جو صورت چھٹی کی ہے وہ جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ بولی میں ایک ہزار کی رقم کو تین سو چار سو میں اٹھالیتا ہے، بقیہ رقم کو باقی لوگوں پر کمیشن کے نام پر تقسیم کر دیتا ہے، یہ سود اور قمار کا معاملہ ہے، سود اس لئے ہے کہ روپیہ کا تبادلہ روپئے سے کم وبیش کرنا سود ہے اور وہ حرام ہے، قمار اس لئے ہے کہ کبھی کسی کو کم ملتا ہے تو کبھی کسی کو زیادہ کبھی فائدہ ہوتا ہے تو کبھی نقصان: یعنی معاملہ مبھم ہوتا ہے، کہ کس کو کتنا ملے گا کس کو نہیں، کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا، اسی کو فقہا کے یہاں قمار ''جوا'' کہتے ہیں۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

" الذی یزید تارۃ و ینقص أخری و سمی القمار قماراً؛

لأن كل واحد من المقامير ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه ، و يجوز أن يستفيد مال صاحبه.“

(رد المحتار:۹/۵۸۷/ کتاب الحظر والاباحة)

(قمار) گھٹتا بڑھتا ہے، چوں کہ قمار کو بھی اس لئے قمار کہا جاتا ہے کہ قمار بازی کرنیوالا (جواری) اپنے مال دوسرے کے پاس (بلا معاوضہ) چلے جانے اور دوسرے کا مال اپنے پاس ہڑپ کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے،اس لئے ان کے حصے بھی گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں، اس لئے اس کو قمار کہا جاتا ہے۔)(مرتب: کتاب الفتاوی)

(۱۶) چٹھی کی ایک خاص صورت

سوال:(1917) مکرمی !السلام علیکم! امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں مندرجہ ذیل کا سوال کا جواب افکار ملی کی کسی قریبی اشاعت میں دیدیں۔

یہاں کاروباری حلقے میں ایک طریقہ رائج ہے۔

زید تقریبا دس (۱۰) ساتھی منتخب کر کے یومیہ ایک مخصوص رقم (۱۰۰) سو روپے ہر ساتھی سے وصول کرتا ہے،اس طرح دس ایام میں دس ہزار روپیہ ہوا، وہ روپے سب کی رضامندی سے خود لے لیا اور اپنے تصرف میں لے آیا،اس کے دوسرے دن سے (یعنی گیارھویں دن) پھر زید نے سب سے وصول یابی کی ،دوبارہ دس ہو جانے پر اپنے علاوہ باقی نو(۹) آدمیوں کے ناموں کی قرعہ اندازی کی ،قرعہ اندازی میں جس کا نام آجاتا ہے،اس کو دس ہزار روپئے دے دیا جاتا ہے،اس کے بعد تیسری بار، چوتھی بار وغیرہ سب سے وصول یابی کی جاتی ہے اور قرعہ اندازی کے ذریعے جس کا نام نکلتا ہے،اسے وہ رقم دے دی جاتی ہے،اس طرح سو (۱۰۰) دنوں میں دسوں

لوگوں کو دس دس ہزار روپئے مل جاتا ہے، نہ کسی کا نقصان ہوتا ہے اور نہ نفع، زید کا صرف اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ چوں کہ وہ وصول یابی اور امانت رکھنے کا کام کرتا ہے؛ اس لئے وہ روپئے پہلے لے لیتا ہے۔

اسی شکل میں زید اتنا اضافہ اور کرتا ہے ہر مرتبہ قرعہ اندازی میں جس کا نام پہلے نکل آتا ہے، اس کو وہ خود اپنی جیب سے ایک مخصوص رقم مثلا: سو روپئے (۱۰۰) یا اس قیمت کی کوئی چیز دینا چاہتا ہے اور وہ اپنے ساتھیوں کو پیشگی اطلاع بھی دے دیتا ہے۔

تو کیا یہ اضافہ شدہ شکل جو زید نے اپنی مرضی سے اختیار کی ہے جائز ہے؟ اور یہ سود کے دائرے میں تو نہیں آتی ہے؟ (محمد عاصم ۴۰/۵۳: نیا چوک پریڈ کانپور)

جواب: زید کا اسکیم کے دوسرے شرکا کو اپنی طرف سے سو روپے کی اضافی رقم دینا شبہ سود سے خالی نہیں اور سود شریعت میں کس درجہ مذموم ہے، وہ ظاہر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود کا گناہ ستر درجہ ہے اور کم سے کم درجہ ماں سے زنا کے برابر ہے۔ ”**الربا سبعون جزء وأيسرها أن ينكح الرجل أمه.**“ (مشکوۃ: ۲۴۶) اس لئے اس صورت سے بچنا چاہئے، اس اضافی رقم کے بغیر قرعہ اندازی کے ذریعے مختلف شرکاء کا ہر دس روز پر مجموعی رقم لے لینا اور اپنے حصے کی رقم ادا کرتے رہنا جائز و درست ہے۔

(۱۷) دس ہزار کی چٹھی ساڑھے نو ہزار میں

(چٹھی کے لفظ سے ایک اور مسئلہ)

سوال: (1918) میں ایک ٹرانس پورٹ ملازم ہوں، ہماری لائن میں معاملے کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ مثلا: ممبئی (مہاراشٹر کا صدر مقام) سے وجے واڑہ (آندھرا پردیش کا شہر) ایک لاری مال آیا، اس کا دس ہزار کرایہ تھا، لیکن گاڑی

خالی کرنے کے بعد ٹرانس پورٹ والے نے پندرہ دن کے بعد کا وعدہ کیا اور ایک چھٹی دے دی، یہ چھٹی جو شخص بھی لے جائے اسے مقررہ تاریخ پر کرایہ کی رقم مل جائے گی، چناں چہ ایک تیسرے آدمی نے پانچ فیصد کمیشن پر یعنی نو ہزار پانچ سو روپئے (۹۵۰۰) روپے لاری والے کو دے کر یہ چھٹی حاصل کر لی اور تاریخ مقررہ پر چھٹی دے کر دس ہزار روپئے لے لئے، تو کیا یہ پانچ سو روپئے کا کمیشن اس کے لئے جائز ہوگا؟ (محمد عبداللہ دوجے واڑہ)

جواب:اس صورت میں دس ہزار کی چھٹی ساڑھے نو ہزار روپے میں خرید کی گئی، گویا روپے کا تبادلہ روپے سے ہوا، ایک طرف سے نقد دوسری طرف سے ادھار اور ایک طرف سے زیادہ اور دوسری طرف سے کم اور یہ دونوں ہی صورتیں ناجائز اور گناہ ہیں اور سود میں داخل ہیں۔ **"لا يجوز بيع الجيد بالردي مما فيه الربا إلا مثلا بمثل لإهدار التفاوت في الوصف."** (الهداية: ۶۳/۳ محشیٰ)

اس لئے یہ صورت جائز نہیں، مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے اور اس کا کوئی مناسب حل نکالنا چاہئے، مثلاً: وہ ٹرانسپورٹ والے سے اسی تاریخ کا رقمی چیک طلب کرے اور ممبئی ہی میں اس رقم کو بھنا لے، ممکن ہے بعض اور متبادل صورتیں نکل آئیں۔

(۱۸) چھٹی کا کاروبار

سوال:(1919) آج کل چھٹی کا کاروبار بہت بڑھ گیا ہے، کیا کوئی مسلمان یہ کاروبار کر سکتا ہے؟ ہمارے ایک دوست نے یہ کام شروع کیا؛ لیکن کسی نے ان سے کہا کہ یہ حرام ہے۔ (محمد عبدالقدیر خان، ملے پلی، حیدرآباد)

جواب:چھٹی کی دو صورتیں ہیں: ایک صورت یہ ہے کہ چند افراد مل کر ماہانہ متعینہ رقم ادا کریں اور قرعہ اندازی کے ذریعے چھٹی کے شرکا میں سے جس کا نام نکل

آئے اس کو دے دی جائے، اس طرح باری باری تمام لوگوں کو پوری رقم یک مشت حاصل ہو جائے، جیسے دس آدمی دس دس ہزار روپے ماہانہ چٹھی میں دیں اور ہر ماہ شرکاء میں سے ایک کو یک مشت ایک لاکھ روپئے مل جائیں، یہ صورت جائز ہے، اس کی حیثیت ایک دوسرے کو قرض دینے کی ہے یعنی جس شخص کی چٹھی پہلی بار میں اٹھ گئی گویا اس کو نو ساتھیوں نے اس کو نوے (۹۰) ہزار روپے قرض دیا، یہ صورت نہ صرف جائز؛ بل کہ بہتر ہے، اور اس کے ذریعے معاشی خود کفالت میں مدد مل سکتی ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ شرکاء میں سے کوئی شخص اپنی باری آنے سے پہلے ہی نقصان اٹھا کر چٹھی لے لے، مثلا: ایک لاکھ کی چٹھی اسی ہزار میں لے لے، جو بیس ہزار بچ جائیں وہ شرکاء میں تقسیم ہو، یہ صورت صریحا سود کی ہے اور قطعاً جائز نہیں، اگر آپ کے ساتھی نے اس قسم کی چٹھی کا کاروبار شروع کیا ہو؛ تو ان کو اس سے باز آنا چاہئے اور توبہ کرنی چاہئے۔

وبحمد الله وبنعمته تتم الصالحات

نوٹ: آخر کے سات فتاوی حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب دامت برکاتھم کی کتاب ''کتاب الفتاوی: ۵/ ۳۳۵ تا ۳۴۲'' (باب: تجارت سے متعلق سوالات) سے لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر فتاوے ''جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم'' کی فتاوی جات فائلوں سے حاصل کیے گئے ہیں)

مؤلف کی دیگر قیمتی کتب عن قریب منظرِ عام پر

عمامہ کی شرعی حیثیت

مؤلف کی ایک اور کتاب بہت جلد منظر عام پر آنے والی ہے، جس میں عمامہ (پگڑی، دستار) سے متعلق سیر حاصل بحث کی گئی ہے: عمامے کی تاریخ اور عمر، تاج اور عمامے کا فرق، عمامے کی احادیث اور سلف کے اقوال، عمامے کی مقدار، لمبائی، شملے کی تعداد اور سائز، فرشتوں کی پگڑیاں، رنگین عمامے، کفن کا عمامہ، نماز کا عمامہ، عیدین کا عمامہ، سفر کا عمامہ، مدرسے کا عمامہ وغیرہ سے متعلق احادیث اور فقہ کی روشنی میں کلام کیا گیا ہے۔

میڈیکل کے جدید مسائل (ملخصاً)

اس کتاب میں میڈیکل سائنس سے متعلق احکام، خواتین کے لیے علاج معالجہ اور پاکی ناپاکی کے ضروری مسائل، مریض و معالج کے بارے میں اہم شرعی ہدایات بڑے ہی اختصار کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں۔ یہ ایک ایسا جدید مجموعہ ہے کہ جس کا مطالعہ ہر مسلمان مرد و عورت کے لیے بالعموم اور معالجین، ڈاکٹر و حکیم حضرات کے لیے بالخصوص بہت ہی ضروری اور نافع ہے۔

تذکرہ حضرت مولانا قاسم قریشی صاحبؒ

یہ رسالہ جنوبی ہند کے مبلغِ عظیم، داعیٔ کبیر حضرت مولانا قاسم قریشی صاحبؒ کی سوانح حیات کے روشن باب اور دعوت و تبلیغ کی مروجہ مبارک محنت کی ابتدا، بانیٔ تبلیغ (حضرت جیؒ) کا مختصر سوانحی خاکہ، کرناٹک میں جماعتِ تبلیغ کی شروعات اور کارکنانِ دعوت کے صفات سے متعلق بڑے ہی اہم اور قیمتی معلومات پر مشتمل ہے۔

حجامہ شریعت کی نظر میں

اس رسالے میں حجامہ کے فضائل،فوائد،ضرورت،امراض، مقامات ،ایام، اجرت اور دیگر ضروری مسائل پر احادیث کی روشنی میں مفصل ومدلل بحث کی گئی ہے۔ اس طرح یہ وقیع رسالہ اپنے اندر حجامے سے متعلق مختلف مضامین کو احاطہ کیے ہوئے؛ نیز اکابرین امت نے اس پر اپنی قیمتی تقاریظ بھی سپرد فرمائی ہیں، جو اس کے مستند ہونے پر ایک مضبوط دلیل ہیں۔

اسمائے حسنیٰ کے ذریعے روحانی و جسمانی علاج

اس رسالے میں مؤلفِ کتاب نے اسمائے حسنٰی کے ذریعے سے انسان پر پیش آنے والی روحانی ،جسمانی ،معاشی اوراسی طرح کی دیگر پریشانیوں کا حل وعلاج پیش فرمایا ہے؛ نیز ان کے فوائد پر بھی بڑی سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔